

سیاسی خواب کی تعبیر!

مسئلہ سیاست کا ہے ہی نہیں۔ بلکہ اس مشکل کا تو کارزار سیاست سے دور دور کا تعلق نہیں ہے۔ اصل مصیبت تو وہ توقعات تھیں جو موجودہ وزیر اعظم نے عہدہ سنبھالنے سے تقریباً دس برس پہلے عام لوگوں کے ذہنوں میں نقش کر ڈالی تھیں۔ اس امر سے بھی کوئی انکار نہیں کہ عوامی جلسوں میں تقریر کرنا عمومی طور پر غیر سنجیدہ عمل ہوتا ہے۔ ہر ایک کو علم ہوتا ہے کہ جلسوں میں تقاریر عوام کا دل بھانے کے لئے کی جاتی ہیں۔ یہ سبز باغ دکھانے کا ایک عمل ہے۔ اس میں سچائی کا عضر قدرے کم ہوتا ہے۔ بلکہ جھوٹ قوی تر ہوتا ہے۔ یہ کلیہ تمام سیاست دانوں کے لئے یکساں ہے۔ اس معاملے میں محترم نواز شریف، محترم زرداری اور محترم خان صاحب میں انیں بیس کا بھی کوئی فرق نہیں۔ بلکہ ایک سرپینٹے والی یکسانیت ہے۔ خان صاحب کے معاملہ میں ایک نکتہ قدرے منفرد تھا۔ کھیلوں میں دیو مالائی مقام سماجی بہبود کے بہترین کارنامے، تعلیمی ادارے قائم کرنے کی لگن نے عام آدمی کے دل میں ایک امید پیدا کر دی تھی، کہ یہ شخص جو کچھ بھی کہہ رہا ہے۔ یہ اس کو عملی طور پر کرنے کی اس طاعت بھی رکھتا ہے۔ اس میں قومی مقدار سنوارنے کی دھن موجود ہے۔ متوسط طبقے کی اکثریت، پڑھے لکھے لوگوں کی واضح ترین کثیر تعداد نوجوان لڑکے اور لڑکیاں، آسودہ حال لوگ یعنی تمام افراد خان صاحب کے انقلابی مسیحائی کردار کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ ہر ایک کو بھر پور گمان تھا کہ ملک کی ستر برس کی سنگین غلطیاں، صرف اور صرف خان صاحب، انتہائی سرعت سے ٹھیک کر دینگے۔ اس زرخیز سوچ کے پچھے ایک عضریہ بھی تھا کہ اعلان کے مطابق عمران خان کے پاس مخفی ہوئے تجربہ کار افراد کی ایک ٹیم بھی ہے جو ملکی بگاڑ پر گہری نظر رکھتی ہے۔ ان میں ان مسائل کو درست کرنے کی اہلیت بھی موجود ہے۔ ایکشن سے چھ سات ماہ پہلے، متحارب سیاسی جماعتیں نزع کے عالم میں تھیں۔ جناب شہباز شریف صاحب تو تقریر کرنے تک سے کرتاتے تھے۔ بڑے میاں صاحب دور ابلا کے عروج پر تھے۔ پیپلز پارٹی کی قیادت عوامی ساکھ کھونے کی بدولت ڈاؤں ڈول تھی۔ تحریک انصاف کے مخالف فریقوں کا خیال تھا کہ اب سیاسی میدان ان کے ہاتھ سے نکل چکا ہے اور ان کے اندر ایک خوف کی سی کیفیت تھی۔ 2018ء کا ایکشن ہوا۔ تو تحریک انصاف بہر حال ماقی سماجی جماعتوں کو یچھاڑ گئی۔ پنخاں جو کہ اصل میدان سماست ہے،

وہ بھی عمران خان کے ہاتھ آگیا۔ اس طرح تحریک انصاف کو سوائے صوبہ سندھ کے ہر جگہ حکومت بنانے کا موقع مل گیا۔ یہ نادر موقعہ حد درجہ کم سیاسی جماعتیں کے نصیب میں آتا ہے۔ بہر حال ملک میں پیٹی آئی کے وظیر کے دل میں یکسوں اطمینان تھا کہ اب ستر برس کے تاریخی زنگال اور غلاظت کی ایسی صفائی ہو گی کہ ملک میں خوشحالی کا سورج چمک اٹھے گا۔ خان صاحب کے سیاسی مخالفین کو سانپ سونگھ چکا تھا۔ بلکہ وسوسہ تھا کہ اب یوم حساب تو سر پر آن کھڑا ہوا ہے۔ مگر یہ سب کچھ نقش برآب ثابت ہوا۔

یہ کیفیت پہلے نوے دن تک مکمل طور پر قائم رہی۔ اس دوران خان صاحب نے اپنی انتظامی سیاسی اور کور مشاورتی ٹیم تشكیل دینی تھی۔ جوانہوں نے تقریباً مکمل کر لی۔ اسی اثناء میں سینسٹر ترین بیورو کریسٹس میں بے چینی شروع ہو گئی کیونکہ خان صاحب نے ابتدائی سطح پر اپنی ٹیم تشكیل دینے میں میرٹ کے عضروں کو بھر پور طریقے سے نظر انداز کر دیا۔ بلکہ کمال عضروں کے سابقہ حکومتوں کے چہیتے ترین افراد کو کلیدی عہدوں پر تعینات کر دیا گیا۔ تحقیق پر معلوم یہ ہوا کہ خان صاحب کو اس طاقت ور ترین طبقہ کی جزیات کی سمجھ بوجھ ہی نہیں تھی جو ملک کو حقیقت میں چلاتے ہیں۔ اس لاعلمی کا فائدہ جس طرح خان صاحب کے چند مہربانوں نے اٹھایا۔ اس سے ان کی انتظامی ٹیم حد درجہ عامی سے افراد پر مشتمل ہو گئی۔ سیاسی ٹیم میں جو جفاکش شامل کیے گئے۔ ان میں سے اکثریت قدیم ترین بلکہ حنوٹ شدہ چہرے تھے۔ ان کی حرکات اور جغرافیہ سے تقریباً سمجھی واقف تھے۔ اہم ترین وزراء کسی انقلابی فلسفہ کے حامی نہیں تھے۔ بلکہ سٹیٹس کو کی پیداوار تھے۔ جس بد بودار نظام نے انہیں پرواں چڑھایا تھا، وہ کیونکہ اس کو ختم کرنے کی خواہش رکھ سکتے تھے۔ شعوری اور عقلی طور پر جس ٹہنی پر بیٹھے تھے۔ اس کو کاٹنے کی احتمانہ حرکت یہ لوگ کیسے کر سکتے تھے۔ یہیں سے زوال اور جگہ ہنسائی کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوا جو ساڑھے تین سال بعد ایک ٹھٹھے بن چکا ہے۔ خان صاحب صرف اور صرف وزیر اعظم ہاؤس کے کمیٹی روم یا چند سرکاری جلسوں تک محدود ہو چکے ہیں۔ خان صاحب نے جو بنیادی ترین غلطیاں کی تھیں۔ آج وہ اخذ ہے کی شکل اختیار کر کے ان کی حکومت کو ہڑپ کر چکی ہیں۔ ہر چمنی ایکیشن یا بلڈیاٹی ایکیشن میں مسلسل ناکامی، ثبوت کے طور پر واضح ہوتی جا رہی ہے۔ مگر قیامت یہ ہوئی کہ عمران خان کی انتظامی ناجربہ کاری کو مثبت انداز میں پیش کرنے کی انتہائی ادنی کوشش کی گئی، جو آج بھی جاری ہے۔ اگر یہ قیامت خیز معاملہ، خان صاحب سمجھ جاتے تو غیر مقبولیت کا سفر شائد اتنا روانہ ہوتا۔

مگر حقائق کے بالکل برعکس، خان صاحب کو ان کے مصالحین نے یقین دلا دیا کہ ان سے کسی قسم کی کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ بلکہ بات یہاں تک کی گئی کہ وہ تو غلطی کرنے کے عمل سے ہی بہت اوپری سطح کے رہنما ہیں۔ یہ یقین مسمم کرنے کے بعد تحریک انصاف کی حکومت کا وہ زوال شروع ہوا کہ انسان انجام سے خوف ذدہ ہو جاتا ہے۔ مگر آج تک خان صاحب کو اصل معروضی غلطیوں کے متعلق پتہ نہیں چلنے دیا گیا۔ تحریک انصاف کے لوگوں کی بدمتی نہیں۔ بلکہ قومی سیاست میں ایک ایسا خوفناک فعل ہے جس کے اثرات کا وثوق سے کہنا اس وقت از حد مشکل ہے۔

ملکی سیاست کے معروضی حالات دیکھ کر متعدد عناصر جنم لیتے ہیں۔ اپوزیشن کے خشک دھانوں میں پانی کی تراوٹ لگ چکی ہے۔ کے پی کے میں مولانا اپنی تمام تر کوتا ہیوں کو چھپانے میں حد درجہ کا میا ب ہو چکے ہیں۔ ان پر سیاسی جلسوں میں لگائے گئے الزامات اب عامیانہ سے لگتے ہیں۔ سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کرنا تو خیراب کسی بھی ادارے کے بس کی بات ہی نہیں رہی۔ آج تک، مولانا اور پنجاب کا شاہی خاندان، کسی بھی ادارے کے سامنے جوابدہ ہونا اپنی توہین گردانتا ہے۔ یہ منفی صورت حال، ساڑھے تین سال کی حد درجہ ادنی گورننس کا بھی ایک شاخانہ ہے۔ کسی سیاسی بحث میں جائے بغیر عرض کروں گا کہ آہستہ آہستہ خان صاحب نے اپنے دوستوں کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا۔ اور اپنے دشمنوں سے قربتوں کے سلسلے شروع کر دیے۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ اب ہوا کیا ہے۔ سابقہ حکومتوں کی سی ٹیم کو خان صاحب نے اپنی پسندیدہ ٹیم قرار دے دیا۔ وہ لوگ جن کی وفاداریاں اور شخصی استحکام پرانی حکومتوں سے وابستہ تھا۔ جناب وزیراعظم نے چن چن کر ان کو اپنی آنکھ کا تارا بنا لیا۔ حد تو یہ ہے کہ خان صاحب کے نزدیک ترین انتظامی اکابرین نے صوبائی عصیت کے تحت چند حد درجہ ادنی انتظامی فیصلے کر ڈالے۔ اور اس طرح پوری حکومت کو عدم استحکام سے دوچار کر ڈالا۔ سینکڑوں مشاہدے دے سکتا ہوں۔ لوگوں کے نام بھی معلوم ہیں۔ گرفائدہ کوئی نہیں۔ کیونکہ آج بھی یہ ایمان دار ترین شخص کو شیطان ثابت کر سکتے ہیں۔ اور شیطان کو فرشتہ بناسکتے ہیں۔ خان صاحب کو انتظامی امور میں شدید نکنا تجربہ کاری کا سامنا ہے۔ لہذا وہ ان لوگوں کی باتوں میں ایسا گھر چکے ہیں کہ باعزت واپسی کا کوئی راستہ باقی نہیں بچا ہے۔ اب ایک اندر ہیری اور عمیق غاروں کا جڑواں سلسلہ ہے جس سے موجودہ ٹیم کے ساتھ نکلنا مجھے سے کم نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ

دعائے معاملہ تھوڑی دیر کے لئے بہتر نظر آئے، مگر غار کی گہرائی اب پاتال کی طرف رواں دواں ہے۔

کے پی کے کا بلدیاتی ایکشن، تحریک انصاف کی حکومت کے لئے صور اسرا فیل سے کم نہیں۔ پنجاب میں بلدیاتی معرکہ، مسلم لیگ ن کے حق میں جاتا ہوا نظر آرہا ہے۔ آنے والے قومی ایکشن میں کیا ہوگا۔ اس غیب کا علم تو خیر کسی کے پاس نہیں ہے۔ مگر قیافہ لگایا جا سکتا ہے کہ تحریک انصاف شدید مشکلات کا سامنا کرے گی۔ ویسے موجودہ مسائل میں بھی وہ شدید دباؤ کا شکار ہے۔ یہ بات قدرے درست ہے کہ مہنگائی، کوڑ کے بعد ایک بین الاقوامی مرض بن چکی ہے۔ مگر بہترین انتظامی صلاحیتوں اور لاٹق افسروں کے ذریعے اس پر تھوڑا سا قابو پایا جا سکتا تھا۔ اس کے برعکس مرکز، کے پی اور پنجاب میں انتظامی سطح پر جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس کے بعد تو کسی اچھائی کی امید رکھنا بے وقوفی نہیں بلکہ حماقت ہوگی۔ جید ترین معاشی ماہرین پیٹتے رہے کہ آئی ایم ایف کے پاس بالکل نہیں جانا چاہیے۔ حکومتی اخراجات کو حد درجہ کم کرنا چاہیے۔ سرکاری سطح پر مکمل سادگی کا دور دورہ ہونا چاہیے۔ مگر اس طرح کا کوئی خوش نما واقعہ برپا نہیں ہو پایا۔ آگے کیا لکھوں، دل میں ٹیکھتی ہے۔ جب سیاسی کشتمیں اتنے سوراخ ہوں، تو یہ گمان کرنا کہ ملاج اپنی نیک نیتی سے اسے بچا پائے گا۔ یہ امید رکھنا، قانون قدرت کے مکمل طور پر خلاف ہے۔ ابھی اٹھا رہا ماباقی ہیں۔ دیکھیے کہ آسمان کیا کیارنگ بدلتا ہے!